Al-Raqim (Research Journal of Islamic Studies)
Volume 02, Issue 01, January-June 2024.
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/alraqim
Publisher: Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Rahim Yar Khan Campus, Pakistan

تفسیر تبیان الفرقان (مولانا عبد المجید لدھیانوی) میں آیات مخاصمہ کی روشنی میں عیسائیت کا تعارف اور عقائد، تحقیقی مطالعہ

A Research Study of Introduction and Beliefs of Christianity in the Light of Verses of Conflict in Tafseer Tibbiyan-Ul-Furqan (Maulana Abdul Majeed Ludhianawi)

Muhammad Abdullah

Lecturer, Army Public School & College, City Campus, RYK

Email: m.abdullahryk92@gmail.com

Muhammad Bilal

Director, AL-Hidaya Islamic Center, RYK

Email: hafiz.mb313@gmail.com

Abstract:

Hazrat shah waliullah has mentioned five basic sciences (knowledge sources) of the Holy Quran in "Al-Fawz-ul-Kabeer'', which are known as "Khamsa sciences''. Ilm-ul-Mukhasma is the knowledge which refute the beliefs and evil doubts of the derailed and false groups/sects, to answer their arguments in a positive way and to project the truth (fact) and explanation of the truth so that vague and logical descriptive arguments are accepted by other party. We need to make biasness (difference) and let him misunderstand the mistake for this, Quran has dealt these misguided groups in detail or in short (briefly). The holy Quran is the source of guidance for everyone until the Day of Judgment (resurrection), so rejection (negation) of every wrong belief is in it. The details are the wrong beliefs of these derailed groups, refutation and logical rational arguments for such reasons which they practiced .

According to knowledge (science) of Mukhasma, the four derailed (misguided) groups of polytheists, the hypocrites, the Christians were arguments (debated) in the Holy Quran. Maulana Abdul Majeed Ludhianwi has narrated the verses of Ilm-ul-mukhasmah in his Tafseer (commentary)'' Tibiyan- ul-furqan Fi Tafseer-al Quran'' with significance and has provided satisfactory answers to their objections and claims (doubts). He has depicted right positions of Islam by giving comprehensive and logical reasoning answers. This work imported a researched and reasoned comment on scientific importance, Islamic jurisprudence matters opinions and interpretations of present times, so it was a must that Christians must be answered in a justified well manner to make them on right way.

Keywords: *Tibbiyan-Ul-Alfurqan, Quran, Christens, Verses of Conflict, Hadith, Abdul Majeed Ludhyanwi*

Al-Raqim Research Journal, Department of Islamic Studies, IUB, RYK Campus is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

مولانا عبد المجید لدھیانوی رحمہ اللہ کے ابتدائی حالات

نام ونسب:

عبد المجید بن حافظ محمد یوسف بن چوہدری ہیرا ابن چوہدری فتح دین بن چوہدری الٰہی بخش بن بابا بانی بن ملاں رحمہم اللہ۔

والد گرامی کا تعارف:

مولانا عبد المجید لدھیانوی کے والد گرامی حافظ محمد یوسف صاحب جو ارائیں فیملی سے تعلق رکھتے تھے، اپنے علاقے میں معزز ترین شخصیت کے حامل تھے۔ متوسط درجہ کے زمیندار تھے۔ سلیم پور جو آپ کا آبائی علاقہ تھا، اس میں ایک جامع مسجد میں چار پانچ سال امامت کے فرائض سر انجام دیتے رہے۔ اور بیعت کا تعلق حضرت مولانا عبد اللہ صاحبؒ (سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ میانوالی) سے تھا۔

تاریخ ولادت:

آپ 1353ھ بمطابق 5 جون 1934ء کو سلیم پور ضلع لدھیانہ (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔

خاندانی پس منظر:

آپ کا گھرانہ چار بھائی اور تین بہنوں پر مشتمل تھا، (1) عبد المجید (2) عبد الحمید (3) حافظ نذیر احمد (4) امیر علی اور تین بہنیں یہ سب اس وقت اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں۔

ابتدائی تعلیم:

مولانا عبد المجید لدھیانوی چھ سال کی عمر میں سلیم پور کے گورنمنٹ ہائی سکول میں داخل ہوئے، سکول کی تعلیم کے ساتھ ساتھ سلیم پور کی ایک چھوٹی سی مسجد جس میں مولانا غلام رسولؒ سے ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب دوسری عالمگیر جنگ کا آغاز ہو چکا تھا، مگر یہ ہونہار اور ذہین طالب علم شور و شغب اور لہو ولعب سے دور رہ کر اپنی تعلیم میں اعلیٰ نمبروں سے امتیازی پوزیشن لے رہا تھا۔ آپ کے ایک رفیق درس ماسٹر حبیب اللہ صاحب جو خانیوال شہر میں مقیم ہیں وہ کہتے ہیں کہ: مولانا عبد المجید صاحب سلیم پور کے ہائی سکول میں ہمارے ساتھ پڑھتے تھے۔ آپ بچپن سے شریف الطبع انسان تھے، اپنے کام سے کام رکھتے تھے، روزانہ سبق انہیں یاد ہو تا تھا، ہر امتحان میں پوزیشن ہولڈر تھے، ہندو اساتذہ بھی آپ کی خصوصیات کی وجہ سے آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔

پاکستان میں تعلیم کا آغاز:

پاکستان میں مستقل سکونت کے بعد 1948ء میں MB ہائی سکول "موروثی پور" میں داخلہ لیا اور مڈل کا امتحان پاس کیا۔

علوم دینیہ کے لیے جامعہ ربانیہ میں داخلہ:

مولانا عبد المجید لدھیانوی رحمہ اللہ ہمیشہ علوم دینیہ کے حصول کے لیے بے چین رہتے تھے مگر خاندان کے لوگ اس عزم کی تکمیل میں پاؤں کی زنجیر تھے، اور اکثر شیدائیانِ علوم دینیہ کے ساتھ ایسے ہی ہوا کرتا ہے۔ بالآخر آپ نے 1949ء کے وسط میں تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع فیصل آباد کے مدرسہ عربیہ دار العلوم ربانیہ میں داخلہ لے لیا، گھر والوں کی ناراضگی کی وجہ سے سوشل بائیکاٹ کر دیا گیا۔ مگر جو قدم اُٹھ چکے تھے، وہ اُٹھ چکے تھے۔ حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ کا زمانہ طالب علمی نہایت بھوک و افلاس میں گذرا۔ مگر کبھی بھی آپ کے قدم اس راہِ حق و وفا سے نہیں ڈگمگائے۔

جامعہ اشرف الرشید روشن والا میں داخلہ:

مولانا عبد المجید لدھیانوی رحمہ اللہ 1370ھ میں روشن والا فیصل آباد جامعہ اشرف الرشید جس کی بنیاد حاجی محمد طفیل، حاجی علی احمد اور ماسٹر ہدایت اللہ نے رکھی تھی۔ یہاں مزید حصول تعلیم کے لیے تشریف لائے اس ادارہ میں 1370ھ تک مولانا حمید الرحمن ہزارویؒ مدرس رہے۔ پھر یہاں مولانا مہابت خان کیمل پوری رحمہ اللہ تشریف لائے انہی دو حضرات سے مولانا لدھیانویؒ نے متوسط درجہ کی کتب پڑھیں۔ اور یہاں کے ہم سبق ساتھیوں میں شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد رحمہ اللہ فیصل آباد اور شیخ الحدیث مولانا عبد المجید انور رحمہ اللہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

جامعہ قاسم العلوم ملتان میں داخلہ:

10 شوال 1373ھ بمطابق 12 جون 1954ء ہفتہ کے دن جامعہ قاسم العلوم میں داخلہ لیا۔ یہاں آپ نے بڑی محنت کے ساتھ علم حاصل کیا، ہر وقت کتب بینی، اساتذہ کی علمی مجالس میں شرکت، بزرگوں کی صحبت، اور علمی بحث ومباحثہ میں آپ پورے انہماک کے ساتھ مشغول رہے۔ جامعہ قاسم العلوم ملتان اس وقت پاکستان کی معروف دینی ومعیاری درسگاہ تھی، جس کی علمی شہرت شہرہ آفاق تھی۔ اس درسگاہ میں درس دینے والی شخصیات، جن کے علم، زہدو تقویٰ اور اخلاص کی جہاں میں دھوم مچی ہوئی تھی، منقولات ومعقولات کے بے تاج بادشاہوں کے اس ادارے میں حلقے لگتے تھے۔

جامعہ قاسم العلوم میں اساتذہ کرام:

مولانا عبد المجید لدھیانوی رحمہ اللہ نے جامعہ قاسم العلوم ملتان میں سال اول کے اسباق میں مشکوٰۃ المصابیح کا ابتدائی حصہ مفکر اسلام مفتی محمود صاحبؒ سے اور باقی حصہ کی تکمیل مولانا ابراہیم تونسوی صاحب سے کی۔ سال دوم شوال 1374ھ تا شعبان 1375ھ تک دورہ حدیث شریف کے اسباق میں صحیح البخاری اور جامع الترمذی صدر مدرس جامعہ قاسم العلوم شیخ الحدیث مولانا عبد الخالق صاحبؒ سے، صحیح مسلم اور مؤطا امام مالک ومؤطا امام محمد مفکر اسلام مولانا مفتی محمود صاحبؒ سے، سنن ابی داؤد وشمائل ترمذی حضرت مولانا علی محمدؒ سے اور سنن نسائی اور آثار المعانی للطحاوی مولانا ابراہیم تونسویؒ سے پڑھیں۔

سن فراغت اور دستارِ فضیلت:

مولانا عبد المجید لدھیانوی رحمہ اللہ شعبان المعظم 1375ھ بمطابق 1956ء کو جامعہ قاسم العلوم ملتان سے فارغ التحصیل ہوئے۔ جامعہ قاسم العلوم کے فاضلین میں آپ کا شمار 70 ویں نمبر پر ہے۔ 24 صفر 1376ھ بمطابق 30 ستمبر 1956ء کو بدست اقدس امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ آپ کی دستار بندی ہوئی۔[1]

مخاصمہ کا مفہوم، اہمیت اور فوائد

مخاصمہ کا معنیٰ ومفہوم:

لفظ مخاصمہ کا مادہ خ۔ص۔م ہے۔ عین کلمہ یعنی ص پر فتح (زبر) ہے اس کا مضارع یَخصِمُ عین کلمہ پر کسرہ (زیر) کے ساتھ ہے اس طرح یہ لفظ باب ضَرَبَ یَضرِبُ سے ہے۔

مخاصمہ باب مفاعلہ / فعال سے ہے جس کا مضارع یُخَاصِمُ ہے۔

خصم :الخصومة: الجدل خاصمه خصاما ومخاصمة فخصمه يخصمه خصما : غلبه بالحجة ، والخصومة الاسم من التخاصم والاختصام(تنازعہ خصومت، لڑائی جھگڑے کو کہتے ہیں، اس شخص نے جھگڑا کیا، اس پر دلیل وحجت سے غلبہ پایا اور خصومت، تخاصم اور اختصام سے اسم ہے جو باب تفاعل اور افتعال سے مصدر کا صیغہ بنتا ہے۔)

اس معنی میں علم المخاصمہ میں تشارک جانبین ہوتا ہے جو مباحثہ اور مناظرہ میں شریک ہوتے ہیں۔

جیسا کہ کتاب العین میں ہے:

اختصم القوم وتخاصموا وخاصم فلان فلاناً مخاصمةً وخِصاماً[2]

(لوگوں نے باہم جھگڑا کیا اور فلاں نے فلاں سے مخاصمہ کیا یعنی باہمی مباحثہ اور مناظرہ کیا۔)

والخصم: معروف واختصم القوم وتخاصموا

(لوگ آپس میں جھگڑ پڑے۔)

وخصمک: الذی یخاصمک،وجمعہ خصوم،وقد یکون الخصم لاثنین والجمع والمؤنث

(خَصم سے مراد وہ ہوتا ہے جو آپ سے جھگڑا کرے، اور اس کی جمع خصوم آتی ہے، اور لفظ خصم کبھی تثنیہ، جمع اور مؤنث کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔)

اور اس کا استدلال قرآن مجید کی اس مبارکہ سے ہے:

وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ[3]

(اور کیا آپ کو ان مقدمہ والوں کی خبر پہنچی ہے جب وہ دیوار پر چڑھ کر عبادت گاہ میں گھس آئے تھے۔)

هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ[4]

(یہ دو فریق ہیں جنہوں نے آپس میں اپنے رب کے (دین کے) باہم اختلاف کیا۔)

خَصْمَانِ بَغَى بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ[5]

(دو جھگڑنے والے ہیں جن میں سے ایک نے دوسرے فریق پر زیادتی کی ہے۔)

خصم کو اگر "ص" کے زیر کے ساتھ خَصِم پڑھا جائے تو اس کے معنی ہوتے ہیں سخت جھگڑنا۔

جیسا کہ قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ ہے:

وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ[6]

(اور وہ سخت جھگڑالو ہے۔)

امام راغب نے لفظ خصم کو جھگڑالو کے معنی میں لیا ہے وہ کہتے ہیں:

وَالْخَصِم الكثير الخصومة

(سخت جھگڑا کرنے والا)

جیسا کہ قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ ہے:

فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ[7]

(پھر اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا بن گیا۔)

لفظ خصم کو جب باب مفاعلہ / فعال میں لے جائیں تو اسے یوں پڑھیں گے:

خاصم یخاصم مخاصمة خصاماً

اس باب میں مشارکت والا معنی پایا جاتا ہے یعنی دو شخصوں کا مل کر اس طرح فعل کرنا کہ ایک کا اثر دوسرے پر ہو۔
تو ان تمام معانی سے پتہ چلتا ہے کہ مخاصمہ کا معنی صرف جھگڑا کرنا ہی نہیں ہوتا بلکہ فریق مخالف پر دلائل کے ذریعے غالب آنا بھی ہوتا ہے جبکہ خصم کے معنی صرف جھگڑنا ہوتا ہے۔

مخاصمہ کا اصطلاحی معنی:

علم المخاصمہ سے مراد قرآن کریم میں چار گمراہ فرقوں یعنی یہودیوں، عیسائیوں، مشرکین اور منافقین سے بحث ومباحثہ ہے۔ جس میں دیگر باطل فرقے اور ادیان شامل ہیں جو زندگی گذارنے، کائنات اور خالق کائنات کے متعلق وہ تصور اور عقیدہ نہیں رکھتے جو قرآن مجید بیان کرتا ہے۔ بلکہ کسی نہ کسی طریقے سے اس کی مخالفت کرتے ہیں۔
لہذا علم المخاصمہ ومناظرہ ادلّہ کے ذریعے ان مذاہب پر کائنات، موجودات اور موجد کائنات کے بارے میں اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں صحیح تصور اور معلومات کو سامنے لانا ہے، تاکہ حق، حق اور باطل، باطل قرار پائے اور انسانیت کو درست رہنمائی فراہم ہو سکے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے پہلی بار مجادلہ اور مباہلہ کی جگہ مخاصمہ کا لفظ استعمال کیا ہے، وہ علم مخاصمہ کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

وعلم المخاصمہ والرد علی الفرق الضالۃ الاربع من الیھود والنصاری والمشرکین والمنافقین[8]

(یہود، نصاریٰ، مشرکین اور منافقین ان چار گمراہ فرقوں سے بحث علم المخاصمہ کہلاتا ہے۔)

مولانا محمد مالک کاندھلویؒ نے "منازل العرفان" میں علم المخاصمہ کی تعریف بیان کرتے ہیں:

> "گمراہوں کے عقائد باطلہ کی تفصیلات اور ان کا رد اور عقلی وفطری دلائل وحقائق ان تمام وجوہ کی تردید جو گمراہ فرقوں نے اپنی اپنی گمراہیوں کی اختیار کر رکھی ہیں جن میں خاص طور پر قرآن کریم کے مخاطب چار گمراہ فرقے مشرکین، منافقین، یہود اور نصاریٰ ہیں۔"[9]

مفتی تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

> "قرآن کریم نے بنیادی عقائد کو ثابت کرنے کے علاوہ انسانوں کے عقائد واعمال کی بہت سی گمراہیوں کا رد کیا ہے اور اس گمراہی میں پڑے ہوئے لوگوں کے مختلف شبہات کا تشفی بخش جواب دیا ہے۔ اس مضمون کی آیتوں کو اصول تفسیر کی اصطلاح میں "آیات مخاصمہ" کہتے ہیں۔"[10]

نصاریٰ سے متعلق آیات مخاصمہ

عیسائیت کا تعارف:

عیسائیت کی تعریف ہم عیسائی علماء کی مستند کتابوں سے دیکھتے ہیں۔ مختلف عیسائی کتب حوالہ میں عیسائیت کی تعریف ووضاحت مختلف طریقوں سے کی گئی ہے۔ لیکن ان میں سے American People's Encyclopedia میں مذکور درج ذیل تعریف اختصار اور جامعیت کے ساتھ عیسائیوں کے اپنے نقطہ نظر سے عیسائیت کی بنیاد کو واضح کرتی ہے:

Christianity: The religion founded by Jesus of Nazareth in the first century A.D. and centering is His life, mission and message

(عیسائیت وہ مذہب ہے جس کی بنیاد پہلی صدی میں مسیح ناصری نے رکھی، اور جس کا محور ان کی زندگی، مقصد حیات اور پیغام ہے۔[11])

مذکورہ بالا مختصر تعریف کی وضاحت کرتے ہوئے انسائیکلوپیڈیا مذکور کے فاضل مقالہ نگار جیمز ماس ٹیلر(James Masteller) رقم طراز ہیں:

> Despite its various forms, Christianity can be recognized by several concepts almostuniversally accepted: a belief in God as Creator, in the Bible as God's word, and Jesus as God's son and the final revelation of God to man in his perfect humanity, sacrificial death and miraculous resurrection and in his ability by this sacrifice and exaltation to mediate forgiveness, salvation and immortality to all those who come unto God by him.

> (اپنی مختلف شکلوں کے باوجود عیسائیت کی پہچان اس کے متعدد عقیدے ہیں جنہیں عیسائیوں کے ہاں عالمگیر قبول عام حاصل ہے یعنی خدا کو خالق ماننا، انجیل کو خدا کا کلام ماننا، عیسیٰ کو خدا کا بیٹا اور نوع انسان کی طرف خدا کا آخری مجسم پیغام ماننا، حضرت عیسیٰ کو (خدا کے بیٹے کے علاوہ) مکمل انسان ماننا، ان کی قربانی پر مبنی موت اور معجزانہ طور پر جی اٹھنے پر یقین رکھنا اور یہ تسلیم کرنا کہ وہ اپنی قربانی اور رفع آسمانی کی بدولت ان تمام لوگوں کو معافی، نجات اور ابدی زندگی دلوانے پر قادر ہیں جو ان کے وسیلے سے خدا کی طرف آئیں۔)[12]

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں عیسائیت کی تعریف یہ ذکر کی گئی ہے:

"یہ وہ مذہب ہے جو اپنی اصلیت کو ناصرہ کے باشندے یسوع کی طرف منسوب کرتا ہے، اور اسے خدا کا منتخب (مسیح) مانتا ہے۔"[13]

عیسائیت کی یہ تعریف بہت مختصر ہے۔

الفریڈ۔ای۔ گاروے نے اسی تعریف کو مزید پھیلا کر ذرا واضح کر دیا، انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس کے مقالے "عیسائیت" میں وہ لکھتا ہے:

> "عیسائیت کی تعریف اس طرح کی جا سکتی ہے کہ یہ وہ اخلاقی، تاریخی، کائناتی موحدانہ اور کفارے پر ایمان رکھنے والا مذہب ہے جس میں خدا اور انسان کے تعلق کو خداوند مسیح کی شخصیت اور کردار کے ذریعے پختہ کر دیا گیا۔"

اس تعریف کے بعد اس کے ایک ایک جزء کی تعریف کی جائے گی۔

"اخلاقی مذہب" سے وہ مذہب مراد ہے جس میں عبادتوں اور قربانیوں کے ذریعے کوئی دنیوی مقصد حاصل کرنے کی تعلیم نہ دی گئی ہو، بلکہ اس کا تمام مقصد روحانی کمال اور خدا کی رضاجوئی ہو۔

"تاریخی مذہب" سے مراد یہ ہے کہ اس مذہب کا محور فکر و عمل ایک تاریخی شخصیت ہے، یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام! انہی کے قول و عمل کو آخری اتھارٹی حاصل ہے۔

"کائناتی" ہونے مراد یہ کہ یہ مذہب کسی خاص رنگ و نسل کے لیے نہیں بلکہ اس کی دعوت عالمگیر ہے۔ اس مذہب کو وہ موحد اس لیے قرار دیتا ہے کہ اس مذہب میں تین اقانیم تسلیم کیے جانے کے باوجود خدا کو ایک کہا گیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"اگرچہ عام طور پر عیسائیت کے عقیدہ تثلیث یا زیادہ صحیح لفظوں میں توحید فی التثلیث کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ خطرناک حد تک تین خداؤں کے عقیدے کے قریب آگیا ہے، لیکن عیسائیت اپنی روح کے اعتبار سے موحد ہے، اور ایک خدا کو ایک کلیسائی عقیدت کے طور پر ایک سمجھتی ہے۔"[14]

عیسائیوں کے عقائد اور آیات مخاصمہ:

عیسائیوں کے عقائد درج ذیل ہیں:

عقیدہ تثلیث، عقیدہ ابنیت مسیح، عقیدہ الوہیت مسیح، عقیدہ مصلوبیت، عقیدہ کفارہ، عقیدہ حلول و تجسم، عقیدہ حیات ثانیہ وغیرہ نصاریٰ کے غلط عقائد میں شامل ہیں۔

عقیدہ تثلیث (اقانیم ثلاثہ):

عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث جسقدر بنیادی ہے اسی قدر الجھا ہوا پیچیدہ ہے کہ خود عیسائی علماء بھی اس کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور اس عقیدہ کے بارے میں مسیحیت کے تمام فرقے بھی متفق نہیں۔

عیسائی مذہب میں خدا کا تصور:

خدا کے وجود کے بارے میں عیسائی مذہب باقی مذاہب سے مختلف نہیں بلکہ وہ بھی خدا کو تقریباً انہی صفات کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں جو دوسرے مذاہب میں بیان کی جاتی ہیں، مارس لیٹن لکھتا ہے:

"عیسائیت کا خدا کے بارے میں یہ تصور ہے کہ وہ ایک زندہ و جاوید وجود ہے، جو تمام امکانی صفات کمال کے ساتھ متصف ہے، اسے محسوس تو کیا جاسکتا ہے لیکن پوری طرح سمجھا نہیں جاسکتا، اس لیے اس حقیقت کا ٹھیک ٹھیک تجزیہ ہمارے ذہن کی قوت سے ماورا ہے، وہ فی نفسہ کیا ہے ہمیں معلوم نہیں، صرف اتنی باتیں معلوم ہو سکی ہیں جو اس نے بنی نوع انسان کو وحی کے ذریعے بتلائیں۔"15

یہاں تک تو یہ واضح ہے لیکن آگے خدا کے تصور کے بارے میں جو تفصیلات بیان کی جاتی ہیں وہ بہت الجھی ہوئی ہیں ان کا سمجھنا آسان نہیں۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مقالہ نگار عقیدہ تثلیث کے بارے میں لکھتا ہے:

"باپ خدا ہے بیٹا خدا ہے روح القدس خدا ہے اس پر بھی وہ تین خدا نہیں بلکہ ایک خدا ہے۔"16

خدا تعالیٰ کے تین اقنوم (جزء) ہیں باپ، بیٹا اور روح القدس لہٰذا ضروری ہے کہ اس عقیدہ کی وضاحت کے ساتھ یہ جانا جائے کہ خدا، بیٹا اور روح القدس سے کون مراد ہیں؟

باپ:

عیسائیوں کے نزدیک باپ سے مراد خدا تعالیٰ کی تنہا ذات ہے جس میں اس کی صفت کلام اور صفت حیات سے قطع نظر کرلی گئی ہے، یہ ذات بیٹے کے وجود کے لیے اصل کا درجہ رکھتی ہے۔

خدا کی ذات کو باپ کیوں کہا جاتا ہے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے الفریڈ ای گاروے نے لکھا ہے:

"اس سے کئی حقائق کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے ایک تو اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ تمام مخلوقات اپنے وجود میں خدا کی محتاج ہیں جس طرح بیٹا باپ کا محتاج ہوتا ہے۔ دوسری طرف یہ بھی ظاہر کرنا ہے کہ خدا اپنے بندوں پر اس طرح شفیق اور مہربان ہوتا ہے۔"[17]

بیٹا:

بیٹے سے مراد عیسائیوں کے نزدیک صفت کلام ہے لیکن یہ انسانوں کی صفت کلام کی طرح نہیں۔

عیسائیوں کے نزدیک خدا کو جس قدر معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ اسی صفت کے ذریعے ہوتی ہیں اور اسی صفت کے ذریعے تمام اشیاء پیدا ہوتی ہیں یہ صفت باپ کی طرح قدیم اور جاودانی ہے۔

روح القدس:

روح القدس سے مراد باپ اور بیٹے کی صفت حیات اور صفت محبت ہے یعنی اس صفت کے ذریعے خدا کی ذات (باپ) اپنی صفت علم (بیٹے) سے محبت کرتی ہے اور بیٹا باپ سے محبت کرتا ہے یہ صفت بھی صفت کلام کی طرح ایک جوہری وجود رکھتی ہے اور باپ بیٹے کی طرح قدیم اور جاودانی ہے اسی وجہ سے اسے ایک اقنوم کی حیثیت حاصل ہے۔

عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ کو بتسمہ دیا جارہا تھا تو آسمان کھل گیا اور یہی روح القدس ایک کبوتر کے جسم میں حلول کر کے حضرت مسیح پر نازل ہوئی اور آسمان سے آواز آئی:

"یہ میرا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں۔"[18]

اب عقیدہ "توحید فی التثلیث" کا خلاصہ یہ نکلا کہ خدا تین اقانیم یا شخصیتوں پر مشتمل ہے، خدا کی صفت حیات و محبت جسے روح القدس کہا جاتا ہے، ان تین میں سے ہر ایک خدا ہے، لیکن یہ تینوں مل کر تین خدا نہیں ہیں، بلکہ ایک ہی خدا ہیں۔

عیسائی علماء کی اس بارے میں بڑی متضاد آراء ہیں جس کی تعلیم مسیح کی تعلیمات میں کہیں نہیں ہیں۔

اگر تثلیث حق اور سچی ہوتی تو موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کے تمام انبیاء پر یہ بات لازم تھی کہ وہ اس مسئلہ کو کما حقہ واضح کرتے حیرت بالائے حیرت ہے کہ شریعت موسویہ جو عہد عیسوی تک تمام بنی اسرائیل کے لیے واجب تھی وہ اس قدر اہم عقیدہ کے بیان سے بالکل خالی ہے۔

گویا یہ عیسائیت کا اس قدر الجھا ہوا عقیدہ ہے کہ خود انسانی عقل اس کو تسلیم نہیں کرتی بلکہ بعض غیر متعصب محققین خود بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بھی تین خداؤں سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انْتَهُوا خَيْرًا لَكُمْ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ [19]

(اور یہ مت کہو کہ (خدا) تین ہیں۔ اس بات سے باز آجاؤ، کہ اسی میں تمہاری بہتری ہے، اللہ تو ایک ہی معبود ہے وہ اس بات سے بالکل پاک ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔)

اتنی وضاحت ہو جانے کے بعد عیسائیوں کو چاہیے تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کو اسی درجے پر رکھتے جو درجہ اللہ رب العزت نے انہیں عطا فرمایا تھا کہ وہ اللہ کے مقبول اور مقرب بندے ہیں، اللہ کے صاحب کتاب رسول ہیں اور اللہ کی طرف سے روح القدس کے ساتھ ان کو تائید حاصل ہوئی ہے، تو وہ لوگ اس عقیدے کے مطابق توحید کو اختیار کرتے ہوئے اللہ کے احکامات کو قبول کرتے اور حضرت عیسیٰؑ

کی اطاعت کرتے اور ان کی تعلیم کے مطابق جب تک کوئی نئے رسول نہ آتے انہی کی شریعت پر چلتے اور جب نئے رسول تشریف لے آتے تو ان کی نصیحت کے مطابق اس آنے والے رسول کو مان لیتے تو صراط مستقیم پر قائم رہتے، دنیا میں بھی ہدایت یافتہ ہوتے اور آخرت میں بھی اجر و ثواب پاتے لیکن عیسائیوں نے دین میں غلو اختیار کیا اور حد سے آگے نکل گئے، غلط باتیں دین میں شامل کرا کے اللہ کی طرف منسوب کرنے لگے اور خاص طور پر حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں تو حد سے بہت ہی آگے نکل گئے اور ان کو اس درجے پر نہ رہنے دیا جس پر وہ تھے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دے دیا (سورۃ توبہ:30) اور بعض لوگ خود حضرت عیسیٰؑ کو ہی اللہ کہتے تھے (المائدہ:17) اور بعض نے تین میں سے ایک ہیں، یہ ان کے عقائد قرآن مجید میں ذکر کیے گئے ہیں۔

مولانا عبد المجید لدھیانویؒ اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ:

> "حضرت عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کن سے پیدا ہوئے، اگرچہ عام انسان بھی کلمہ کن سے پیدا ہوتے ہیں کہ ظاہری طور پر نطفہ رحم میں القاء ہوتا ہے، پھر اللہ کے کلمہ کُن کا اثر قبول کرکے وہ بچہ بنتا ہے، لیکن حضرت عیسیٰؑ کی ولادت صرف کلمہ کُن سے ہوئی ہے اس میں نطفہ مرد کو واسطہ نہیں بنایا گیا، اسی لیے ان کو براہِ راست کلمہ کُن کی پیداوار کہا گیا ہے، گویا کہ یہ اللہ کے کلمے کا ظہور ہیں۔"

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا اسی طرح حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا۔

اور یہ ان کی نظریاتی گمراہی تھی کہ انہوں نے جو اللہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کر دیں جو ثابت نہیں تھیں، اس کی نشاندہی کی ہے، حضرت عیسیٰ مریم کے بیٹے اور اللہ کے رسول ہیں اور اس کے کلمہ کن کی پیداوار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ذی روح ہیں، روح کی نسبت اللہ کی طرف کر دی اور "روح اللہ" کہہ دیا جس طرح بیت اللہ کہتے ہیں اس کی شرافت کے اظہار کے لیے، تو حضرت عیسیٰ بھی رسولوں میں سے ایک رسول ہیں، جیسا تم لوگوں نے باقی رسولوں سے متعلق عقیدہ رکھنا ہے ویسا ہی حضرت عیسیٰؑ کے متعلق رکھنا ہے۔

مولانا عبد المجید لدھیانویؒ ان کے اس عقیدے کو چیستان (پہیلی، معمہ، بجھارت 20) قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

> "انہوں نے تین ایک ہے اور ایک تین ہیں، اس قسم کی پہیلیوں میں پڑ کر اپنا دین سارے کا سارا خراب کر لیا تو اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس غلو سے منع فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے متعلق وہی بات کہو جو دلیل سے ثابت ہے اس میں اپنی طرف سے آمیزش نہ کرو۔"

> وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَامَرْيَمُ إِنَّ اللهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ[21]
>
> (اور (اب اس وقت کا تذکرہ سنو) جب فرشتوں نے کہا تھا کہ: اے مریم! بیشک اللہ نے تمہیں چن لیا ہے، تمہیں پاکیزگی عطا کی ہے اور دنیا جہان کی ساری عورتوں میں تمہیں منتخب کر کے فضیلت بخشی ہے۔)

عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ کی ولادت اشتباہ کا باعث بن گئی، کہ جب ان کا باپ کوئی نہیں تو انہوں نے جوڑ لگا دیا کہ پھر یہ اللہ کے بیٹے ہیں اور اللہ ان کا باپ ہے، اور یہ بات غلط تھی۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان آیات مبارکہ میں فرمایا کہ صرف حضرت عیسیٰؑ کی ولادت ہی خرق عادت نہیں تھی، بلکہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت بہت سارے واقعات میں اپنی قدرت کا اظہار کیا ہے۔

حضرت مریمؑ کی ولادت کے بعد ان کو خلافِ عادت بیت المقدس کی خدمت کے لیے قبول کر لیا گیا، اور پھر ان کو بے موسم پھلوں کا ملنا یہ بھی خلافِ عادت تھے، تو یہ سارے کے سارے واقعات تمہید ہیں حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کی، کہ اگر حضرت عیسیٰؑ کی ولادت بھی خلافِ عادت ہو گئی ہے تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے؟

اور حضرت عیسیٰؑ نے اپنے معجزات کے اظہار کے بعد بھی اپنی حیثیت یہی ظاہر فرمائی کہ:

إِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ

(یقیناً اللہ ہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔)

سارے معجزات ظاہر کرنے کے بعد بھی حضرت عیسیٰؑ نے الوہیت کا دعویٰ نہیں کیا، اپنے آپ کو عبدیت سے خارج نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اعلان کرتے ہوئے اسی کی عبادت کی دعوت دی۔ اس تفصیل سے حضرت عیسیٰؑ سے متعلق جو عیسائیوں میں شبہات پھیل گئے تھے ان کی تردید ہو جائے گی، اور ساتھ ہی حضرت مریمؑ کی ولایت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ وہ صدیقہ، ولیہ اور اللہ تعالیٰ کی نیک بندی تھیں، اور یہود نے جو ان کے متعلق خرافات کہیں اور ان پر تہمتیں لگائیں، اور حضرت عیسیٰؑ اور ان کی ماں کو بدنام کرنے کی جو کوشش کی، تو اس سے حضرت مریمؑ کی پوزیشن بھی واضح ہو جاتی ہے۔

مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ فرماتے ہیں:

"جب حضرت عیسیٰؑ کی زبان سے بھی توحید کا اعلان ہوا تو پھر کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ انہی معجزات کو دلیل بنا کر حضرت عیسیٰؑ کو الٰہ ثابت کرنے کی کوشش کرے، ان آیات مبارکہ میں حضرت عیسیٰ کے متعلق جو یہود کے نظریات تھے وہ بھی صاف ہو جائیں گے، اور ان کی غلطی بھی واضح ہو جائے گی، اور عیسائیوں نے جس قسم کے نظریات حضرت عیسیٰ کے متعلق قائم کر لیے تھے اس کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے۔"[22]

اس لیے یہ آیات مبارکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت کو واضح کرنے کے لیے بہت اہم ہیں۔

إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ [23]

(وہ وقت بھی یاد کرو) جب فرشتوں نے حضرت مریم سے کہا تھا کہ: اے مریم! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے ایک کلمے کی (پیدائش) کی خوشخبری دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا، جو دنیا اور آخرت دونوں میں صاحبِ وجاہت ہوگا، اور (اللہ کے) مقرب بندوں میں سے ہوگا۔)

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت مریم کو ایک کلمے کی بشارت دی گئی ہے۔ حضرت عیسیٰ کی ولادت چونکہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کُن سے ہوئی، ان میں اُس طرح سے اسباب کا دخل نہیں تھا کہ جس طرح عام طور پر بچے پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کی ولادت سے پہلے ہی "ابن مریم" کا لفظ ساتھ جوڑ کر بشارت دے دی گئی تھی کہ ان کی نسبت ماں کی طرف ہوگی، ورنہ عام طور پر بچے کی نسبت باپ کی طرف ہوتی ہے۔

اور اس آیت مبارکہ میں حضرت مریم کے ذہن میں یہ بات بھی ڈال دی گئی کہ یہ خیال نہ کرنا کہ جب اس بچے کا باپ کوئی نہیں تو اس کو معاشرے میں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جائے گا، بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا اور آخرت میں وجاہت ملے گی، باعزت ہوں گے، اور ان کی سرداری شان والی ہوگی۔

اور لفظ "وجیھاً" سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا گیا کہ اگر لوگ ان پر کوئی الزام بھی لگائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی صفائی دیں گے اور ان کی عزت بحال کریں گے۔

مولانا لدھیانویؒ فرماتے ہیں:

"حضرت عیسیٰؑ کو کلمۃ اللہ کہا جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے کلمہ کُن سے پیدا ہونے والے۔ اگرچہ باقی کائنات بھی اللہ تعالیٰ کے کلمہ کُن سے پیدا ہوئی ہے، لیکن اس کے لیے چونکہ ظاہری اسباب اختیار کیے جاتے ہیں، یہ شریعت کا ایک محاورہ ہے کہ جو کام ظاہری طور پر ہو اُس کی نسبت ظاہر کی طرف کی جا سکتی ہے، اور جو ظاہری اسباب کے خلاف ہوں ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے۔"

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ [24]

(اور اے پیغمبر! جب تم نے ان پر مٹی پھینکی تھی تو وہ تم نے نہیں، بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔)

اب رمی کی ظاہری نسبت تو حضور ﷺ کی طرف ہے، بدر کے اندر جو آپ نے مٹھی بھر کے کنکریاں پھینکی تھیں، لیکن اس پر چونکہ ایسا اثر مرتب ہوا جو عام طور پر ایک مٹھی کنکریوں پر مرتب نہیں ہو سکتا ظاہری حالت کے اعتبار سے، اس لیے اُس کے آثار کی طرف دیکھتے ہوئے اُس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی اور سرور کائنات ﷺ کی طرف سے اُس نسبت کی نفی کر دی گئی۔

اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ کا کلمہ اسی لیے قرار دیا گیا کہ بچوں کے پیدا ہونے کے لیے جو عام طور پر اسباب ہوتے ہیں وہ مکمل اسباب اختیار نہیں کیے گئے۔

حضرت مسیحؑ کی دعوت توحید:

اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبر لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے ہیں نا کہ اپنی عبادت کی طرف، اور وہ حضرات غیر اللہ کی عبادت سے خود بھی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی اسی کی تعلیم دیتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کا قول ذکر فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ [25]

(یقیناً اللہ ہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، اس لیے اس کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔)

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی شخصیت کو نمایاں کر دیا کہ وہ تو ہمارے ایک مقبول بندے ہیں، جس کے اوپر ہم نے انعام کیا اور بنی اسرائیل کے لیے انہیں ایک نمونہ بنایا، اور بے باپ ان کو پیدا کیا جس کی بنا پر لوگوں نے ان کو اللہ کا بیٹا بنا لیا اور ان کی عبادت شروع کر دی، حالانکہ بے باپ پیدا کرنا اللہ کے لیے کوئی مشکل نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم چاہیں تو تمہارے گھروں میں فرشتے پیدا کر دیں جو تمہارے جانے کے بعد تمہارے گھروں میں خلیفہ بن کر رہیں، تو حضرت عیسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ کو ہی اپنا رب قرار دیا، اور بنی اسرائیل سے بھی یہی کہا تھا کہ وہی تمہارا رب ہے اسی کی عبادت کرو اور سیدھا راستہ یہی ہے۔

مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ ان آیات مبارکہ کا شان نزول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"سرور کائنات ﷺ نے ایک دفعہ بیان فرمایا کہ اللہ کے علاوہ جتنے معبود ہیں ان میں کسی قسم کی کوئی خیر اور بھلائی نہیں تو کسی مشرک نے اُٹھ کر کہہ دیا کہ عبادت تو حضرت عیسیٰؑ کی بھی کی گئی وہ بھی "مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰہ" کا مصداق ہیں، جبکہ ادھر آپ ان کی نبوت و رسالت کا قول بھی کرتے ہیں پھر آپ کی بات کیسے ٹھیک ہوئی؟"

تو اللہ رب العزت نے اس واقعے کو بیان فرمایا کہ ان کا مقصد محض جھگڑنا ہے، ورنہ یہ لوگ بھی سمجھتے ہیں کہ جہنم میں وہ جائے گا جو اپنی عبادت کی ترغیب دیتا ہو جس طرح شیاطین ہیں، یا کم از کم وہ اپنی عبادت سے بیزاری ظاہر نہ کرتا ہو اور ناراضگی کا اظہار نہ کرتا ہو، تو اس لحاظ سے اس کا مصداق پتھر کے بت ہوں گے یا شیاطین جو لوگوں کو غلط راستے پر لگاتے ہیں، جبکہ اللہ کے نبی تو ہمیشہ اللہ کی طرف بلاتے ہیں اور اپنی بندگی کا اقرار کرتے ہیں وہ سب ان آیات کا مصداق کیسے ہو سکتے ہیں؟

تو خلاصہ یہ نکلا کہ حضرت عیسیٰؑ نے توحید کی تعلیم دی، انہوں نے نہ شرک کو پسند کیا اور نہ ہی اس کی تعلیم دی اور نہ ہی اپنی عبادت کی طرف بلایا، لیکن ان کے بارے میں مختلف گروہ بن گئے اور ان کے متعلق مختلف عقیدے بنا لیے، یہودی لوگوں نے ان کو ان کی حیثیت سے گرا دیا، اور عیسائی لوگوں نے اتنا بڑھایا کہ ان کو اللہ کو صفات کی حدود میں داخل کر دیا۔

مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ فرماتے ہیں کہ:

"اس آیت مبارکہ میں بھی حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت کی تردید ہوتی ہے کہ وہ خدا نہیں بلکہ خدا کے مقبول بندے ہیں۔"

وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ [26]

(حالانکہ ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں۔)

اس آیت مبارکہ میں بھی حضرت عیسیٰؑ نے توحید کی دعوت دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کو بلا دلیل قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"کہ ان کا یہ عقیدہ تو بس ایسے ہی ہے، ورنہ الٰہ واحد ہی حقیقت میں الٰہ ہے، کہ سوائے الٰہ واحد کے کوئی معبود نہیں۔"[27]

رسالت حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی شخصیت کو واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ[28]

(نہیں ہے مسیح ابن مریم مگر رسول۔)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰؑ کو اپنا پیغمبر اور رسول فرمایا ہے، نا کہ معبود جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔

مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت عیسیٰؑ کے متعلق الوہیت اور الوہیت کا ثلث گویا کہ الوہیت کا تیسرا حصہ حضرت عیسیٰؑ کے لیے قرار دینے کی نفی کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰؑ کی شخصیت کو واضح فرما دیا کہ اور اس آیت مبارکہ میں جو حصر ہے وہ الٰہ کے مقابلے میں ہے، یعنی حضرت عیسیٰؑ نہ الٰہ ہیں نا الٰہ کا ثلث، وہ تو بس اللہ کے رسول ہیں یعنی ان میں الوہیت کا معنیٰ نہیں پایا جاتا اور جیسے یہ اللہ کے رسول ہیں ایسے پہلے بھی بہت سے رسول گذرے ہیں۔"

عقلی دلیل:

مولانا لدھیانویؒ ایک عقلی دلیل دے کر ان کے عقیدے کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اگر حضرت عیسیٰؑ کو ان کے معجزات کی وجہ سے الٰہ قرار دیتے ہیں تو باقی رسولوں کو بھی الٰہ قرار دینا چاہیے، کیونکہ رسول ہونے میں وہ اور یہ پیغمبر سب برابر ہیں۔"

حسی دلیل:

مولانا لدھیانوی ؒ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے کانا یاکلان الطعام میں ایک حسی دلیل دے کر حضرت عیسیٰ ؑ کی الوہیت کو باطل کیا کہ جو اپنی زندگی گزارنے میں کھانے کا محتاج ہو، تو محتاج بھلا کیسے خدا ہو سکتا ہے؟"

عقیدہ تثلیث:

عیسائی مذہب میں خدا تین اقانیم (Persons) سے مرکب ہے: 1۔ باپ 2۔ بیٹا 3۔ روح القدس، اسی عقیدے کو تثلیث کہتے ہیں، لیکن بجائے خود اس عقیدے کی تشریح و تعبیر میں عیسائی علماء کے بیانات اس قدر مختلف اور متضاد ہیں کہ یقینی طور سے کوئی ایک بات کہنا مشکل ہے، وہ تین اقانیم کون ہیں؟ جن کا مجموعہ اُن کے نزدیک خدا ہے۔ خود ان کی تعیین میں بھی اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ "خدا" باپ، بیٹے اور روح القدس کے مجموعے کا نام ہے۔

اور بعض کا کہنا ہے کہ باپ، بیٹا اور کنواری مریم، وہ تین اقنوم ہیں جن کا مجموعہ خدا ہے۔

اور پھر ان تین اقانیم میں سے ہر ایک کی انفرادی حیثیت کیا ہے؟ اور خدائے مجموع سے جسے ثالوث (Trinity) کہتے ہیں، اس کا کیا رشتہ ہے؟ اس کے جواب میں بھی بہت زیادہ اختلاف پھیلا ہوا ہے، ایک گروہ کا کہنا ہے کہ ان تین میں سے ہر ایک بذات خود بھی ویسا ہی خدا ہے جیسا مجموعہ خدا۔

ایک دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ ان تینوں میں سے ہر ایک الگ الگ خدا تو ہیں، مگر مجموعہ خدا سے کمتر ہیں، اور ان پر لفظ "خدا" کا اطلاق ذرا وسیع معنی میں کر دیا گیا ہے۔ تیسرا گروہ کہتا ہے کہ وہ تین خدا ہی نہیں بلکہ خدا تو صرف ان کا مجموعہ ہے۔

عیسائیوں کے نزدیک سب سے زیادہ مقبول عام یہ تشریح معلوم ہوتی ہے جو کہ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کے الفاظ ہیں:

"تثلیث کے عیسائی نظریے کو ان الفاظ میں اچھی طرح تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ باپ خدا ہے، بیٹا خدا ہے اور روح القدس خدا ہے۔ لیکن یہ تین مل کر تین خدا نہیں ہیں، بلکہ ایک ہی خدا ہیں، اس لیے عیسائی نظریے کے مطابق ہم جس طرح ان تینوں میں سے ہر ایک اقنوم کو خدا اور آقا سمجھنے پر مجبور ہیں اسی طرح کیتھولک مذہب نے اس بات کی بھی ممانعت کر دی ہے ہم ان کو تین خدا یا آقا سمجھنے لگیں۔"

مفتی تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

"اس مذہب نے خدا کے تصور کی جو تفصیلات بیان کی ہیں وہ بڑی الجھی ہوئی ہیں، اور ان کا سمجھنا آسان نہیں ہے"[29]

جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ ؑ کی الوہیت، بلکہ غیر اللہ کے خدا ہونے کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَاعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ

(اور جب اللہ کہے گا کہ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تونے لوگوں سے کہا تھا کہ بنالو مجھے بھی اور میری ماں کو بھی اللہ کے علاوہ دو معبود ۔)

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عیسیٰ ؑ سے یہ سوال ہو گا تو جواب میں حضرت عیسیٰ ؑ فرمائیں گے کہ "یا اللہ! تو شرک سے پاک ہے میں ایسی بات کیسے کہہ سکتا ہوں جس کے کہنے کا مجھے حق نہیں" تو حضرت عیسیٰ ؑ تبری کر دیں گے کہ میں نے ایسا نہیں کہا۔

مولانا عبدالمجید لدھیانوی ؒ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں عقیدہ تثلیث کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"تو اس وقت ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو اس دلیل کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ کو الٰہ قرار دیتے رہے کہ یہ تعلیم انہی کی ہے ،اور ہم جو کچھ کرتے ہیں انہی کے کہنے کے مطابق کرتے ہیں،وہ سارے کے سارے وہاں ذلیل اور رسوا ہو جائیں گے اور پھر حضرت عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے علم کا حوالہ دیں گے کہ اگر میں نے یہ بات کہی ہوتی تو تجھے اس کا علم ہوتا۔"

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ

(وہ لوگ بھی یقیناً کافر ہو چکے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے۔)

عیسائیوں کا یہ طبقہ جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تین ہیں اور تین میں سے ایک اللہ ہے،ایک وہ حضرت عیسیٰؑ کو،دوسرا حضرت عیسیٰؑ کی والدہ کو یا حضرت جبرائیلؑ کو اور تیسرا خود اللہ ہو گیا تو ثلاثہ کا ثالث اللہ ہے۔

مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ:

"جنہوں نے تعدد کا قول کیا وہ کافر ہیں اور جو حلول کے قائل ہوئے وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔"

عقیدہ الوہیت کی تردید:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ سے صراط مستقیم کی دعا مانگی گئی ہے،اور صراط مستقیم یہی ہے کہ انسان شرک سے بچتے ہوئے زندگی گزارے اور اسی کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ[30]

(اور (اے پیغمبر! لوگوں سے کہہ دو کہ:) یقیناً اللہ میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار،اس لیے اس کی عبادت کرو،یہی سیدھا راستہ ہے۔)

حضرت عیسیٰؑ کی اس تقریر سے عیسائیوں کے ان سب نظریات کی تردید ہو جاتی ہے جو انہوں نے حضرت عیسیٰ کے متعلق گھڑ لیے تھے ،حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ "انی عبد اللہ" کہ میں اللہ کا بندہ ہوں تو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ نہیں ہوں اور نہ اللہ کے ساتھ شریک ہوں ،اور نہ اللہ کا بیٹا ہوں،کہ اللہ ہی میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے،اسی کی عبادت کرو یہی صراط مستقیم ہے۔تو عبادت اسی کا حق ہے،لہذا رب کی عبادت صراط مستقیم ہے،یہ توحید کا خلاصہ ہے۔

مولانا لدھیانویؒ فرماتے ہیں کہ:

"اس میں عیسائیوں کے نظریات کی پوری طرح تردید ہو جاتی ہے۔اور سورۃ فاتحہ میں جو اللہ تعالیٰ سے صراط مستقیم کی دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت دے،تو معلوم ہو گیا کہ صراط مستقیم اللہ تعالیٰ کی عبادت کو کہتے ہیں،"ہمیں سیدھے راستے پہ چلا" کہ ہم تیری ہی عبادت کریں اور شرک سے بچیں اور توحید کو اختیار کریں۔"[31]

اللہ تعالیٰ ان باتوں کے بعد تنبیہ کر رہے ہیں کہ یہ ہے مریم کا بیٹا عیسیٰ! یہی ان کی حقیقت ہے،کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے حضرت مریم کے بطن سے پیدا فرمایا،اور اللہ کی شان نہیں کہ اولاد اختیار کرے،اللہ اس عیب سے پاک ہیں،کیونکہ اولاد کی نسبت اللہ کی طرف ایک عیب ہے،اولاد تو وہ چاہتا ہے جن کا دنیا میں بغیر اولاد کے کام نہیں چلتا،تو اولاد کی ضرورت تو ایک احتیاج کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پہ قادر ہیں،اللہ کو کسی معاون اور شریک کار کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اولاد کو اختیار کرے۔

اب ذیل میں عیسائیوں کی کتاب مقدس سے کچھ ایسے حوالہ جات کا ذکر کیا جائے گا کہ جو کہ عیسائی مذہب کے اصل عقائد کی نشاندہی کرتے ہیں۔

عقیدہ حلول:

عیسائیوں کے نزدیک "بیٹے" کے حضرت عیسیٰؑ میں حلول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ پہلے صرف خدا تھا، اب انسان بھی ہو گیا، لہذا اس عقیدے کے مطابق حضرت مسیحؑ بیک وقت خدا بھی تھے اور انسان بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عقیدہ توحید کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ[32]

(وہ لوگ یقیناً کافر ہو چکے ہیں جنہوں نے یہ کہا ہے کہ اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے۔)

نصرانیوں کے ایک گروہ کا عقیدہ تھا، وہ حلول کے قائل تھے، کہ حضرت عیسیٰؑ کے اندر اللہ تعالیٰ حلول کیے ہوئے ہیں، لہذا اللہ تعالیٰ اور حضرت عیسیٰ میں کوئی فرق نہیں۔

مولانا لدھیانویؒ اس آیت میں نصاریٰ کے ایک گروہ کے عقیدہ حلول کی تردید کے تحت فرماتے ہیں کہ:

> " تو اس کے جواب میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ اگر حضرت عیسیٰ میں سارے اختیارات ہوتے تو اگر بالفرض اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں اور سب زمین والوں کو موت دے دے (کیونکہ عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کو موت آچکی ہے) تو کون اختیار رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی چیز کا؟ اور کون اللہ تعالیٰ کو روکنے والا ہے؟"

اس سے اس شبہ کا ازالہ کر دیا گیا کہ جس کی بنا پر وہ لوگ حضرت عیسیٰ کو انسانوں کی سطح سے اوپر اٹھاتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ بن باپ پیدا ہوئے لہذا وہ عام ہستی نہیں ہیں بلکہ یہ کوئی مافوق البشریت ہستی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ میری قدرت ہے جو وہ پیدا کرنا چاہے کرتا ہے یخلق ما یشاء اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

عقیدہ الوہیت وابنیت:

اللہ تعالیٰ سورہ آل عمران کی پہلی آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا ابطال صفات الٰہیہ کی روشنی میں کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اللہ لا الہ الا ھو: یہ توحید بطور دعویٰ کے ہے، اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، الحی القیوم میں الحی کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ الحی سے مراد جس کی زندگی ذاتی ہو، جس کے اوپر نہ موت کا ورود ہوا اور نہ ہو گا۔

القیوم: سے مراد خود قائم رہنے والا اور دوسروں کو قائم رکھنے والا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات ذکر کی جا رہی ہیں کہ جن سے استدلالاً خود بخود حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت کا ابطال ہو جائے گا، کہ حضرت عیسیٰ کا ذکر کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ان عیسائیوں کے سامنے ذکر کیا کہ "یاتی علیہ الفناء" کہ اللہ تو حی ہے جب کہ عیسیٰؑ پر تو فناء آئے گی کیونکہ ایک وقت آئے گا کہ جب ان کی وفات ہو جائے گی اور وہ دنیا میں نہیں رہیں گے۔ یہ تو حی ہونے کے خلاف ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی دوسری صفت ہے القیوم، قیوم کا معنیٰ ہوتا ہے کہ جو خود قائم ہو اور دوسرے کو تھامنے والا ہو، تو اللہ کی ذات ایسی ہے کہ وہ کسی کے سہارے قائم نہیں اور ساری کائنات اسی کی تھامی ہوئی ہے، بخلاف حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریم کے کہ یہ دونوں پہلے نہیں تھے، بعد میں پیدا ہوئے اور پھر ان کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ [33]

(یہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔)

ان کو اپنی زندگی باقی رکھنے کا احتیاج تھا، اور جو شخص کھانے کا محتاج ہو وہ یوں سمجھیں کہ کائنات کے ہر ذرے کا محتاج ہے، زمین کا محتاج، آسمان کا، بارش کا، سورج کی روشنی کا، لوہے کا، بوتے اور کاٹنے کا، لکڑی کا، آگ کا، پانی کا، کون سی ایسی چیز ہے کہ روٹی کا لقمہ کھانے کے لیے جس کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ تو جو ہر چیز کا ضرورت مند ہو وہ قیوم کیسے ہو سکتا ہے، وہ قیوم نہیں وہ تو محتاج ہے اور جو محتاج ہو وہ الہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تو یہ دونوں صفات اللہ کے لیے ثابت ہیں اللہ کے علاوہ کسی کے لیے ثابت نہیں، اس لیے اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو الہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

مولانا عبد المجید لدھیانویؒ فرماتے ہیں کہ:

"ان آیات مبارکہ میں عیسائیوں کے بنیادی عقیدہ الوہیت عیسیٰؑ کی تردید ہو جاتی ہے کہ جو خود محتاج ہو وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے۔"

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَاعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ [34]

(اور (اس وقت کا بھی ذکر سنو) جب اللہ کہے گا کہ: اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے علاوہ دو معبود بناؤ؟ وہ کہیں گے: ہم تو آپ کی ذات کو (شرک) سے پاک سمجھتے ہیں۔ میری مجال نہیں تھی کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو آپ کو یقیناً معلوم ہو جاتا۔ آپ وہ باتیں جانتے ہیں جو میرے دل میں پوشیدہ ہیں اور میں آپ کی پوشیدہ باتوں کو نہیں جانتا۔ یقیناً آپ کو تمام چھپی ہوئی باتوں کا پورا پورا علم ہے۔)

سورۃ آل عمران آیت "ان اللہ اصطفیٰ أدم" میں حضرت عیسیٰؑ کا اجمالی سلسلہ نسب ذکر کیا گیا ہے کہ اس آیت میں عمران سے مراد اگر حضرت موسیٰؑ کے والد ہوں تو "آل عمران" میں حضرت ہارونؑ اور حضرت موسیٰؑ دونوں آجائیں گے، یہ بنی اسرائیل میں معروف شخصیتیں گزری ہیں۔ اور اگر اس سے مراد حضرت مریم کے والد ہوں تو پھر ان کی خصوصیت کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ آگے حضرت عیسیٰؑ کا مسئلہ حل کرنا مقصود ہے کہ وہ کس طرح پیدا ہوئے؟ اور ان کے پیدا ہونے میں اللہ کی قدرت کس طرح نمایاں ہوئی؟ اور وہ اللہ کے بندے یا خدا یا ابن خدا ہیں یا نہیں؟ تو ان کے ذکر سے یہ واضح کرنا مقصد ہے کہ وہ نسل آدم سے تعلق رکھتے ہیں، اور یہ ان کا شجرہ نسب ہے جس کی اہم شخصیات بیان کر دی گئیں، تو جیسے باقی انسان ہیں کہ ان میں سے اللہ تعالیٰ نے بعض شخصیات کو نمایاں کر دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو بھی ممتاز کر دیا، وہ مصطفیٰ یعنی چنے ہوئے تو ہیں لیکن الہ نہیں، ابن الہ نہیں۔

مولانا عبد المجید لدھیانویؒ فرماتے ہیں:

"سلسلہ نسب ان کا بھی ہے جس طرح باقی انبیاء کا ہے کہ ایک سنہری لڑی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو چلی آرہی ہے حضرت عیسیٰؑ بھی اسی کے ایک فرد ہیں، یہ علیحدہ بات ہے کہ دنیا میں ظاہر ہونے کے اعتبار سے ان میں

اللہ تعالیٰ کی قدرت باقی انبیاء سے کچھ عجیب طریقے سے نمایاں ہوئی لیکن بہر حال وہ آدمیوں کی فہرست سے باہر نہیں بلکہ آدمؑ کی نسل ہیں، آل ابراہیم میں سے ہیں یہی ان کا شجرہ نسب ہے، آدم زاد ہیں اور ان کے اندر کوئی الوہیت اور ابنیت والا تعلق نہیں پایا جاتا۔"

عقیدہ تصلیب و کفارہ گناہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عیسائی مذہب کا یہ عقیدہ ہے کہ انہیں یہودیوں نے سولی پر چڑھادیا تھا، اور اس سے ان کی وفات ہوگئی تھی، عیسائیوں کے اکثر فرقوں کے نزدیک پھانسی اقنوم ابن کو نہیں گئی جو ان کے نزدیک خدا ہے، بلکہ اس اقنوم ابن کے انسانی مظہر یعنی حضرت عیسیٰؑ کو دی گئی جو اپنی انسانی حیثیت میں خدا نہیں ہیں، بلکہ ایک مخلوق ہیں۔[35]

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَاعِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا

(جب اللہ تعالیٰ نے کہا اے عیسیٰ! میں تجھے لینے والا ہوں، اور میں تجھے اُٹھانے والا ہوں اپنی طرف، اور میں تجھے صاف ستھرا کرنے والا ہوں کافروں سے۔)

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں جتنی تفصیل کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ کے حالات بیان کیے گئے اتنے پہلے کسی پیغمبر کے بھی شاید نہیں کیے گئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمت کے تحت فیصلہ کیا گیا کہ یہ زمین سے اُٹھائے جائیں گے، اور ایک وقت کے بعد اُتارے جائیں گے، اس امت میں انہوں نے ایک رہنما بن کر آنا ہے، تو حضور ﷺ نے ان کی مکمل نشانیاں بتائیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری امت ان کو پہچاننے میں کوئی خطا نہ کر جائے۔

جب دشمنوں نے محاصرہ کیا ہوا تھا اور حضرت عیسیٰؑ مکان کے اندر تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی کہ اے عیسیٰ! میں تجھے لینے والا ہوں، اور لینے کی صورت یہ ہوگی کہ میں تجھے اپنی طرف اُٹھالوں گا، اور پورا پورا وصول کرلوں گا۔

اگرچہ بعض تفاسیر میں متوفیک کا ترجمہ ممیتک سے کیا گیا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس اور تفسیر بیان القرآن میں حضرت تھانویؒ نے ترجمہ کیا، تو وہاں بھی اس کا مفہوم یہی ہے کہ ابھی اس وقت تجھے بچاؤں گا، اور دوسرے وقت میں موت تیرے اوپر طاری کروں گا، دشمنوں کے ہاتھوں سے تُو نہیں مرے گا۔

مولانا لدھیانویؒ اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ:

"ایک تو یہ وعدہ پورا ہوا اور دوسرا یہ بھی کہ کافر جو الزامات ان کے اوپر لگاتے تھے میں ان سے تیرا دامن صاف کر دوں گا، جس طرح کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰؑ سے متعلق محرّف تورات ہونے کا، بد دین ہونے کا، بے دین ہونے کا اور اسلاف کی روایات کو توڑنے کا الزام لگاتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حیثیت نمایاں کر کے یہ سارے کے سارے الزامات دور کر دیے۔"

یہود و نصاریٰ کا محبوب خدا ہونے کی تردید:

یہود و نصاریٰ دونوں کا دعویٰ تھا کہ ہم نبیوں کی اولاد ہیں تو لہٰذا اللہ کے بیٹے اور محبوب ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارا منصب ایسا ہے جیسے ایک بیٹے کا باپ کے لیے ہوتا ہے مقصد یہ تھا کہ ہم جیسی غلطیاں بھی کرلیں تب بھی اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت میں نہیں پکڑے گا۔ جیسا کہ انسان اپنے بیٹوں کی غلطیوں سے درگزر کرتا ہے تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کی طرح ہیں ہم میں کوئی عیب نظر نہیں آئے گا اس لیے ہمیں سزا بھی نہیں ہوگی۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ 36

(یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔)

محبوبوں کو تو انسان سزا نہیں دیتا تو تمہیں اللہ عذاب کیوں دیتا ہے؟ یقیناً تمہارے گناہوں کی وجہ سے۔ تو جیسے دنیا میں تمہیں سزا ملی ہے اسی طرح آخرت میں بھی تمہیں سزا ملے گی۔ تو محبوب ایسے ہوا کرتے ہیں؟

مولانا عبد المجید لدھیانویؒ آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ:

"اس لیے فلم یعذبکم بذنوبکم میں ان کے گناہوں کی طرف انہیں متوجہ کیا جارہا ہے کہ اللہ کے محبوبو! ذرا دیکھو تو سہی تمہارے ساتھ کیا کیا گیا اور جہاں تم نے اللہ کی نافرمانی کی تمہارے اوپر لعنت ہوئی، تمہیں بندروں کی شکل میں بدلا، خنزیروں کی شکل میں بدلا، چالیس سال تک تم وادی تیہ میں بھٹکتے پھرے، کبھی طور کو اٹھا کر تمہارے سروں کے اوپر لا کھڑا کیا، کیسے کیسے واقعات پیش آئے ہیں۔"

عیسائیوں نے دنیا میں اپنی آخرت کو بھلا کر بداعمالیاں شروع کر دیں، حالانکہ ان کی کتاب میں عقیدہ آخرت پر بھی زور دیا گیا تھا۔

خلاصۃ البحث:

مخاصمہ کے لغوی معنیٰ ذکر کیے گئے ہیں، کہ مخاصمہ کا معنیٰ ہوتا ہے "فریق مخالف پر دلیل کے ذریعے غالب آنا"۔

علم المخاصمہ سے مراد قرآن کریم میں چار گمراہ فرقوں یعنی یہودیوں، عیسائیوں، مشرکین اور منافقین سے بحث و مباحثہ ہے۔ جس میں دیگر باطل فرقے اور ادیان شامل ہیں جو زندگی گذارنے، کائنات اور خالق کائنات کے متعلق وہ تصور اور عقیدہ نہیں رکھتے جو قرآن مجید بیان کرتا ہے۔ بلکہ کسی نہ کسی طریقے سے اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

لہٰذا علم المخاصمہ و مناظرہ ادلہ کے ذریعے ان مذاہب پر کائنات، موجودات اور موجد کائنات کے بارے میں اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں صحیح تصور اور معلومات کو سامنے لاتا ہے، تاکہ حق، حق اور باطل، باطل قرار پائے اور انسانیت کو درست رہنمائی فراہم ہو سکے۔

اس کے بعد مخاصمہ کی ضرورت اور اہمیت کو مختصراً بیان کیا گیا ہے کہ:

دنیا کے سب مذاہب میں بنی نوع انسان کو اکٹھا رہنے اور انہیں اختلاف سے دور رہنے کی تلقین کی گئی ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اسی چیز کی تلقین اپنی اپنی امتوں کو کی اور سب نے ایک خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے کا حکم فرمایا جس میں آپس میں محبت اور یک جہتی ظاہر ہوتی ہے اور اسی مقصد کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو قرآن مجید جیسی کتاب دے کر دنیا میں بھیجا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس امت کو امہ واحدہ بنایا تھا لیکن لوگوں نے آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور اختلافات کا شکار ہو گئے اور اب واپس ایک امت بننے کا طریقہ یہی ہے اسی خدائے وحدہ لاشریک کی تعلیمات کی طرف واپس آجائیں اور قیامت تک ہدایت والی کتاب کی پیروی کریں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری لی باقی آسمانی کتب کی ذمہ داری نہیں لی کیونکہ قرآن مجید ایسی کتاب ہدایت ہے جس کا موضوع انسان ہے اور اس کا مقصد لوگوں کو ایسی ہدایت دینا تھا جس کو اختیار کر کے وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہو سکیں۔ جیسا کہ قرآن مجید کے آغاز میں ایک سوال بیان کیا گیا اور پورا قرآن مجید اس کا جواب ہے، اور وہ سوال یہ ہے:

اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ 37

ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما۔

اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی وضاحت اپنے احکام سے فرمائی اور صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں انبیاء، صدیقین، شھداء اور صالحین کے قصے بیان فرما کر یہ بتایا کہ انہوں نے کیسے کیسے صبر آزما حالات میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو آگے پہنچایا اور عمل کیا۔ اس کے بعد مَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ کا جواب قوموں کی بربادی کو بیان کر کے دیا۔

اور آخر میں وَلَا الضَّالِّينَ کا جواب قرآن مجید نے باطل عقیدوں کا رد کر کے بیان کیا جس کا تعلق آیات مخاصمہ کے ساتھ ہے کہ وہ کیا طریقہ ہے جس میں انسان اپنے آپ کو گمراہی سے نکال کر ہدایت پر آسکتا ہے۔

حوالہ جات:

1. شاہین، عمیر، مولانا، حیاۃ حکیم العصر حالات، واقعات، خدمات، مکتبہ محمدیہ، میلسی، 2015ء

Shaaheen, Umayr, Mawlaana, Hayat Hakeem al-Asr Halat, Waqiat, Khidmat, Maktaba Mohammadiyyah, Melsi, 2015 AD

2. الافریقی ،ابن منظور ،لسان العرب(لبنان،بیروت،دار صادر)1176/2

Afriqi, Ibn Munzur, Lisan al-Arab, Dar Sader, Lebanon, Beirut, Vol: 2, P: 1176

3. القرآن،21:38

Al-Quran, 21:38

4. القرآن،19:22

Al-Quran, 22:19

5. القرآن،22:38

Al-Quran, 38:22

6. القرآن،204:2

Al-Quran, 2:204

7. القرآن،77:36

Al-Quran, 36:77

8. شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر (لاہور، صدیقی پبلی کیشنز) ص29

Shah Wali Allah, Al-Fawz Al-Kabeer, Sadiqi Publications, Lahore, P: 29

9. کاندھلوی، محمد مالک، مولانا، منازل العرفان (لاہور، ناشران قرآن لمیٹڈ) ص456

Kandhilavi, Muhammad Malik, Mauwlana, Manazil Al-Irfan, Nashiran Quran Limited, Lahore, P: 456

10. تقی عثمانی، مولانا، علوم القرآن (کراچی، مکتبہ دار العلوم، 1415ھ) ص310

Taqi Usmani, Mawlana, Ulum-ul-Quran, Maktaba Darul Uloom, Karachi, 1415 H, P: 310

11. The American People's Encyclopedia, Chicago, 1960, vol:5, P:435
12. The American People's Encyclopedia, Chicago

13. انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (1962ء) 693/5

Encyclopaedia Britannica, 1962 AD, Vol: 5, P: 693

14. عثمانی، تقی، مفتی، عیسائیت کیا ہے (کراچی: دار الاشاعت 1392ھ) ص9

Usmani, Taqi, Mufti, 'Esaaiyat Kya Hai, Darul Ashaat, Karachi, 1392 H, P: 9

15. انسائکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس (لاہور، نگارشات) 585/3

Encyclopedia of Religion and Ethics, Nigarshaat, Lahore, Vol: 3, P: 585

16. کلام مقدس، مقدس متی، (ابلاغیات مقدس پولوس 1999ء) 3/16

Kalaam Muqaddas, Muqaddas Mati, Iblaagh-e-Muqaddas Paulus, 1999 AD, Vol: 3, P:16

17. القرآن، 4:171

Al-Quran, 4:171

18. القرآن، 3:42،43

Al-Quran, 3:42,43

19. لدھیانوی، عبد المجید، مولانا، تبیان الفرقان فی تفسیر القرآن، نفیس قرآن اکیڈمی، لاہور 1442ھ، 2020ء، ج:2، ص97

Ludhianvi, Abdul Majeed, Mawlana, Tibyaan al-furqan Fi Tafseer Al-Quran, Nafees Quran Academy, Lahore, 2020, Vol: 2, P: 97

20. القرآن، 3:45

Al-Quran, 3:45

21. القرآن، 8:17

Al-Quran, 8:17

22. القرآن، 43:64

Al-Quran, 43:64

23. القرآن، 5:73

Al-Quran, 5:73

24. لدھیانوی، عبد المجید، تبیان 3/203

Ludhianvi, Abdul Majeed, Mawlana, Tibyaan, Vol: 3, P: 203

25. القرآن 5:75

Al-Quran, 5:75

26. عثمانی، تقی، مفتی، عیسائیت کیا ہے، (کراچی، دارالاشاعت)، ص:13

Usmani, Taqi, Mufti, 'Esaaiyat Kya Hai, Darul Ashaat, Karachi, 1392 H, P:13

27. القرآن، 19:36

Al-Quran, 19:36

28. القرآن، 5:72

Al-Quran, 5:72

29. القرآن، 5:75

Al-Quran, 5:75

30. القرآن، 5:116

Al-Quran, 5:116

31. القرآن، 3:55

Al-Quran, 3:55

32. القرآن، 5:18

Al-Quran, 5:18

33. القرآن، 1:5